والے مسلمان ہیں۔

پس چہ باید کرد؟

چونکہ مسلم تارکین وطن نسبتاً نئے ہیں اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں کئی حقائق سامنے آئیں گے۔ سوال یہ ہے کہ ان کی پہلی نسل کے بچے کس رخ پر جائیں گے؟ کیا ان کی دوہری شناخت یعنی امریکی اور مسلمان ہونا پیچیدگیاں پیدا کرے گی یا آسانیاں؟ کیا وہ اسلام پسندوں کے اس ایجنڈے سے اتفاق کریں گے یا اختلاف کہ وہ امریکی نظام کو بدل ڈالیں گے؟ کیا وہ تشدد کے عزم کو کنٹرول کرلیں گے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا وہ امریکہ کو اسلام کے مطابق بنانے یا اسلام کو امریکہ کے موافق بنانے پر اصرار کریں گے؟ ان سوالوں کے جوابات پر بہت ساری چیزوں کا دارومدار ہے۔

بعض چیزیں بالکل واضح ہیں جتنی بڑی تعداد میں امریکی اسلام قبول کریں گے تو تارکین وطن مسلمان صورت حال قابو میں رکھیں گے۔ امریکی اسلام کو نئی جہت دینا، جو مصر اور پاکستان کے تاریخی مراکز سے دُور ہو، بہت بڑا چیلنج ہوگا۔ اسلام اور امریکہ دونوں پر باہمی مناقشت کے نتیجے میں گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ (ترجمہ: ڈاکٹر فخر الاسلام)

[ڈینیل پائپس (www.danialpipes.org) مڈل ایسٹ فورم کے ڈائریکٹر ہیں۔ خالد دران TransIslam میگزین کے ایڈیٹر اور ابن خلدون سوسائٹی کے صدر ہیں۔ دونوں اسکالر اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے اپنے تعصب کے لیے مشہور ہیں۔ ڈینیل پائپس ایک یہودی ہیں جنھیں مشرق وسطیٰ امور کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ انھیں بش انتظامیہ نے حال ہی میں یونائیٹڈ سٹیٹس انسٹی ٹیوٹ آف پیس میں تعینات کر دیا ہے۔ ان کی اس نامزدگی کو علمی حلقوں میں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ بہت سے امریکی مسلمان ڈینیل پائپس کی نامزدگی کو خود امن کے چہرے پر ایک طمانچے کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں۔ پائپس کے خیال میں مشرقِ وسطیٰ کے بحران کا صرف عسکری حل ہی ممکن ہے اور وہ اسرائیل کے تمام ظالمانہ اقدامات کی توثیق کرتے ہیں۔]

شمالی امریکہ کے مسلمان خاندانوں کو درپیش چیلنج

وحیدہ چشتی ویلیانٹ*

شمالی امریکہ کے مسلمان گھرانوں کو اس وقت جو چیلنج درپیش ہیں، اور جن اخلاقی مخمصوں سے انہیں پالا پڑ رہا ہے، وہ ان نظریاتی (Ideological) معاشرتی، مذہبی اور سیاسی قوتوں میں آنے والی تبدیلیوں کو سمجھنے کے متقاضی ہیں جو شمالی امریکہ میں بسنے والے خاندانوں کے ڈھانچے اور فعل کی تشکیل میں حصہ لے رہی ہیں۔ خاندان بڑے بڑے اور جامد نہیں ہیں۔ ہر خاندان منفرد ہے۔ اگرچہ یہ معاشرے میں ایک ننھی منی کائنات کی حیثیت رکھتا ہے اور مذہبی، معاشرتی اور سیاسی اقدار کا آئینہ دار ہے۔ مسلم خاندان کو درپیش مسئلہ صرف یہی نہیں ہے کہ یہ اپنی اسلامی شناخت کیونکر برقرار رکھے بلکہ یہ بھی ہے کہ معاشرے کے سماجی اور سیاسی حلقوں میں قرآن شریف کے متعین کردہ اصولوں کی روشنی میں تبدیلی کے عمل کا آغاز کس طرح کیا جائے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کو معاشرے کے سیاسی، سماجی اور مذہبی شعبوں میں سرگرم حصہ لینا پڑے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو یا تو وہ تنہائی کا شکار ہو جائیں گے، یا پھر معاشرے میں جذب ہو جائیں گے۔ یہ دونوں ہی عمل نامطلوب ہیں، کیونکہ ان دونوں کے نتیجے میں وہ اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے جس کی بنیاد ان مذہبی اور سماجی اقدار پر رکھی گئی ہے جو فرد میں خاندان سے ودیعت ہوتی ہیں اور وسیع تر معاشرے کے ساتھ مسلسل باہمی تعامل (Interaction) کے ذریعے مضبوط ہوتی ہیں۔

گزشتہ تین عشروں کے دوران میں شمالی امریکی معاشرہ ایک تیز رفتار معاشرتی، سیاسی اور مذہبی تغیر سے گزرا ہے جس کے نتائج طلاق کی بلند شرح، (میاں بیوی کی) علیحدگی، یک زوجی خاندانوں (Single parent families) اور غیر رسمی ازدواجی تعلقات (یعنی ایسے تعلقات جن میں عورت اور

* Wahida Chishti Valiante, "Challenges facing Muslim Families in North America", http://www.themodernreligion. com/ family/challenges.htm/

مرد طویل عرصے تک اکٹھے رہتے رہتے میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنے لگیں) کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔اس معاشرے میں ہم جنس جوڑے بھی پائے جاتے ہیں، بچے پیدا نہ کرنے والے جوڑے بھی ہیں اور ساتھ ہی گھر سے باہر کام کرنے والی عورتوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ تبدیلیاں نفسیاتی اور جذباتی سطحوں پر معاشرے کی کارکردگی (functioning) کے عوامل میں منعکس ہوتی ہیں بعض صنعتی ممالک میں ہر دس سال کے اندر اضمحلال اور مایوسی (depression) کی شرح دوگنی ہو جاتی ہے۔گاڑیوں کے حادثات اور قتل کے واقعات کے بعد شمالی امریکہ کے نوجوانوں میں موت کا تیسرا بڑا سبب خودکشی ہے۔امریکیوں کی ۱۵ فیصدی تعداد clinical anxiety کی مریض ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ مریضانی بلکہ قاتلانہ بیگانگی (alienation) ہمارے دور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ یہ تمام حقائق ٹائم میگزین کے ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء کے شمارے میں صفحہ ۳۸ پر شائع ہوئے تھے۔

مسلم گھرانوں کی صحت پر الگ سے مناسب تحقیق نہ ہونے کے سبب اس بارے میں ٹھیک ٹھیک شماریاتی حقائق پیش کرنا مشکل ہے۔تاہم مختلف ذرائع سے حاصل کردہ شواہد سے،جن میں مصنفہ کا فیملی کونسلر کے طور پر گزشتہ ۱۸ سال کا تجربہ بھی شامل ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم گھرانے بھی اسی قسم کے معاشرتی اور شخصی مسائل کا شکار ہو رہے ہیں جن میں شمالی امریکہ کا باقی معاشرہ مبتلا ہے۔طلاق کی شرح، زوجین میں علیحدگی، گھریلو جھگڑوں، بچوں کے ساتھ زیادتی، بڑوں کے ساتھ زیادتی، نئی اور پرانی نسلوں کی کش مکش اور نوعمری کے حمل جیسے واقعات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

نوجوان شادی شدہ جوڑوں کی ازدواجی زندگی میں اگر تلخی پیدا ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہ اختلافات اور نااتفاقیوں میں رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ گزارہ کریں، ان میں طلاق اور علیحدگی کو ترجیح دینے کا رجحان پایا جاتا ہے۔خاندان میں تشدد اور غلط نفسیاتی برتاؤ کو روکنا اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش اسلامی طریقہ ہے۔شادی کے لیے فریقین کے مابین تعاون، خلوص اور سب سے بڑھ کر اپنے لیے، اپنے ساتھی کے لیے اور خاندان کے لیے ذمہ داری کا احساس ہونا اشد ضروری ہے۔

مزید برآں، نوجوان مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی برادری سے باہر شادیاں کر رہی ہے۔ ان نوجوانوں کے گوناگوں مسلم برادری میں سے شادی کے لیے اپنا جوڑ تلاش کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ نسلی اور ثقافتی ہم آہنگی کا مسئلہ ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق (۴۹:۱۳) ثقافتی اور نسلی اختلاف ایک مثبت عامل ثابت ہونے کے بجائے انہیں تقسیم کرنے کا سبب بنتا جا رہا ہے کیونکہ ہر مسلم گروہ چاہتا ہے کہ اس کی اپنی نسلی اور ثقافتی انفرادیت خالص شکل میں برقرار رہے۔ اس سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے انتخاب کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسے مسلم والدین کی تعداد میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے جن میں ماں اور باپ دونوں معاشی وجوہ کی بنا پر گھر سے باہر کام کرتے ہیں۔ اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کا کام یا تو کسی ڈے کیئر سنٹر کے سپرد کر دیتے ہیں یا پھر اپنے والدین (یعنی بچوں کے دادا، دادی، نانا اور نانی) کے۔ دونوں انتظامات اپنی اصل میں ناقص ہیں کیونکہ ڈے کیئر کے طریق کار میں جذباتی، روحانی اور ذہنی تربیت کے لیے انفرادی توجہ دی ہی نہیں جا سکتی جس کی ہر بچے کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈے کیئر سنٹر کا سماجی ماحول کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ سب بچے آپس میں گھل مل کر پرورش پاتے ہیں اور ان کے اندر ایک منفرد مذہبی یا معاشرتی شناخت کا پروان چڑھنا ممکن نہیں ہوتا۔

دوسری طرف دادا، دادی اور نانا، نانی اگرچہ جذباتی، روحانی اور تعلیمی ضروریات پوری کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں تاہم وہ بڑھتے ہوئے بچے کی ضروریات پوری کرنے کے یے درکار جسمانی توانائی سے محروم ہوتے ہیں اور بے شمار صورتیں ایسی ہیں کہ ان دونوں (بچہ اور اس کے والدین کے والدین) میں زبان کا فرق ایک رکاوٹ بن جاتا ہے جس سے دونوں غیر ضروری ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اوپر بیان کردہ مسلم گھرانوں میں پائے جانے والے معاشرتی رجحانات معاشرے کی موجود اقدار کو اپنے اندر جذب کرنے یا انہیں اختیار کرنے کے مختلف درجات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس کے مسلم گھرانوں کے مستقبل پر سنجیدہ اثرات مرتب ہوں گے۔ اسلام میں ایک مستحکم معاشرہ اور بالآخر خود تہذیب کو تشکیل دینے کے لیے خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا اگر خاندان بطور ایک معاشرتی نظام

کے ایک انسان کی مکمل جسمانی اور نفسیاتی نشو ونما کے لیے صاف ستھری مذہبی اور معاشرتی اقدار فراہم کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کا معاشرے کو زبردست نقصان پہنچے گا۔ جیسا کہ مغربی معاشرے کے بے آرامی (malaise) کے مرض میں مبتلا ہونے سے ظاہر ہے۔

شمالی امریکہ نے سائنس، ٹیکنالوجی، نفسیات، طب اور علوم انسانی کے ساتھ ساتھ معیار زندگی میں بھی بے حد ترقی کی ہے۔ اس کا اصرار ہے کہ اس کی معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی اقدار انسانی مساوات، آسودہ حالی، اور امن وانصاف کے حصول کے لیے واحد قابل عمل راستہ ہے۔ تاہم اسے خود اپنے شہریوں کے لیے ذہنی سکون اور ایک ایسا صحت مند معاشرتی ماحول فراہم کرنے میں سخت دشواری کا سامنا ہے جس میں والدین اپنے بچوں کو سکولوں، گھروں اور گلیوں میں کسی اچانک پُرتشدد واقعے کے خطرے سے بے نیاز ہوکر پروان چڑھا سکیں۔

معاشرتی ماہرین کے مطابق امریکی معاشرے میں جارحیت، خود پسندی، اپنے آپ کو تباہ کرنے اور اپنے قریبی عزیزوں سمیت مال و دولت سے محروم افراد سے بے زاری کی صفات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

قرآن حکیم، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی لیے اتارا گیا تھا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر روشنی میں لاسکیں'' (۱۵: ۱)، ایسی بے شمار مثالیں پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والی قوموں، گروہوں اور افراد کا کیسا انجام ہوتا ہے۔ ''کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا اور نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے۔ (۳۵:۴۴)''

امریکہ کے (سابق) صدر بل کلنٹن کے بارے میں چند برس قبل بننے والا جنسی سکینڈل امریکی معاشرے کے زوال کا آئینہ دار ہے لیکن اس کے باوجود کلنٹن سمیت پورا امریکہ اس واقعے پر شرم ساری کے بجائے دیدہ دلیری دکھا رہا ہے اور اپنی طاقت اور عظمت کے نشے میں چُور ہے۔ امریکہ نے اپنی پالیسیوں کے ذریعے دنیا کے بہت سے خطوں کو تباہی و بربادی اور یاس و حرماں کا شکار کر دیا ہے۔ شمالی امریکہ میں مسلمان ایک بڑی اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہیں خاندان،

معاشرے اور باقی تمام انسانوں کے حالات کے بارے میں فکر مند نہیں ہونا چاہیے؟ یا کیا وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے علاوہ کسی کے ذمہ دار نہیں؟

مالک بن نبی (Malek Bennabi) اپنی کتاب ''اسلام، تاریخ اور معاشرے میں'' میں کہتے ہیں کہ بدعنوانی اور لوگوں کی نوآبادیات اسی وقت پنپتی ہیں جب لوگ اخلاقی اور نفسیاتی طور پر زوال کا شکار ہوں۔ ''اخلاقی فالج زدگی ذہنی فالج زدگی پر منتج ہوتی ہے: جب کوئی شخص اپنی اخلاقی اصلاح کا عمل چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے حالات کی اصلاح کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے اور اخلاقی، سماجی اور سیاسی فالج زدگی اس صورت حال کو مزید بگاڑتی ہیں''۔

بدقسمتی سے شمالی امریکہ کے مسلمان اور پوری امت مسلمہ عمومی طور پر بن نبی کی بیان کردہ صورت حال کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کی بے اعتنائی اور بے عملی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سیاسی، سماجی اور اخلاقی فالج کا شکار ہو چکے ہیں۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالت زار کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانا آسان تو ہے لیکن اپنی کمزوریوں اور عیوب کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنا ذاتی ذمہ داری کے متعلق اس قرآنی حکم کی خلاف ورزی ہے جس میں کہا گیا ہے:

''خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی اصلاح نہیں کرتی''۔
(۱۱:۱۳)

اگر مسلم گھرانوں کو شمالی امریکہ میں آنے والی حالیہ سماجی اور ثقافتی تبدیلیوں کے اثر سے محفوظ رہنا ہے تو انہیں خود اس معاشرے میں، جہاں وہ رہتے ہیں، تبدیلیاں لانے کے لیے سرگرم ہونا پڑے گا۔ قرآن مجید میں بنی نوع انسان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی حیثیت سے (۲:۳۰) یہ اس کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ خود اپنی سوچ اور رویے کی اصلاح کرے تاکہ اس کے نتیجے میں ایک منصفانہ اور اخلاقی طور پر متوازن افراد اور معاشرہ وجود میں آسکیں۔ (۳:۱۱۰)

نئی ہزاری میں مسلم خاندانوں کے لیے چیلنج بیرونی ماحول سے نہیں بلکہ ان کے اپنے اندر سے درپیش ہے۔ خاندان کے مستقبل اور اس کی حیثیت کے بارے میں جاری بحث میں اسلام معقول حصہ ڈال سکتا ہے۔ جو لوگ خاندان اور معاشرے کے استحکام کے حق میں بات کرتے ہیں، ان کے لیے قرآن